پاکستان میں مذہبی آزادی کی صورت حال

مذہبی آزادی پر عالمی رپورٹ برائے 2016ء کا خلاصہ

پاکستان کے آئین میں اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیا گیا ہے اور ملک میں تمام قوانین کا اسلام کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ آئین میں یہ بھی لکھا ہے کہ 'دستور، قانون عامہ اور اخلاقیات کی رو سے ہر شہری کو اپنے مذہب کے اعلان، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کا حق حاصل ہے'۔

عدالتوں کی جانب سے توہین مذہب کے قوانین کا نفاذ جاری ہے جن کے تحت مختلف الزامات میں عمر قید سے موت تک سزائیں دی جاتی ہیں۔ ان الزامات میں 'توہین رسالت' بھی شامل ہے۔ فروری میں حکومت نے ممتاز قادری کو سزائے موت دی جسے 2015ء میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کا مجرم قرار دیا گیا تھا۔ قادری کا کہنا تھا کہ تاثیر کی جانب سے ملک میں توہین مذہب کے قوانین پر کھلم کھلا تنقید کے باعث اس کا اقدام حق بجانب تھا۔ قادری کو سزائے موت دیے جانے کے بعد ملک بھر میں بڑے بڑے احتجاجی مظاہرے ہوئے جن میں قادری کی حمایت اور توہین مذہب کے قوانین کا نفاذ جاری رکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔

پولیس نے توہین مذہب کے الزام میں متعدد افراد کو گرفتار کیا اور سول سوسائٹی کی تنظیموں (سی ایس اوز) کے فراہم کردہ اعداد و شمار کی رو سے توہین مذہب سے متعلق قوانین کے تحت 18 نئے مقدمات درج کیے گئے جبکہ 2015ء میں ایسے مقدمات کی تعداد تین تھی۔

ماتحت عدالتیں توہین مذہب کے مقدمات میں عمومی طور پر بنیادی شہادتی معیارات قائم رکھنے میں ناکام رہیں۔ قانونی مشاہدہ کاروں کے مطابق بعض اوقات پولیس حکام نے توہین مذہب کے بے بنیاد الزامات پر مقدمات درج نہ کر کے لوگوں کو بچایا۔

حکومت کی جانب سے احمدیوں کو توہین مذہب کے الزام میں نشانہ بنائے جانے اور ان کے خلاف امتیازی و مبہم قانون سازی پر احمدیہ مسلم برادری کے رہنماؤں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے خدشات برقرار رہے۔ ایسے اقدامات سے احمدیہ برادری کے بنیادی حقوق کی نفی ہوتی ہے۔

5 دسمبر کو پنجاب کے انسداد دہشت گردی ڈویژن کی پولیس نے ربوہ میں احمدیہ مسلم برادری کے اشاعتی شعبے پر چھاپہ مارا اور چار افراد کو ممنوعہ مذہبی مواد کی اشاعت کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ مذہبی اقلیتی گروہوں کے ارکان اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت میں حکومتی بے رغبتی اور مذہبی اقلیتوں سے سرکاری سطح پر امتیازی سلوک کے خلاف خدشات کا اظہار کرتے رہے۔

12 نومبر کو بلوچستان میں ایک صوفی درگاہ پر حملے میں 52 افراد ہلاک اور 100 سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ یہ لوگ وہاں مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے موجود تھے۔ بعد ازاں اس حملے کی ذمہ داری داعش خراسان نے قبول کی۔ حکومت نے دہشت گردی کے خلاف قومی ایکشن پلان (این اے پی) پر عملدرآمد جاری رکھا جس میں نفرت اور انتہاپسندی پر مبنی تقاریر کے خلاف اقدامات اور دہشت گرد گروہوں کے خلاف فوجی اور نفاذ قانون کی کارروائیاں بھی شامل ہیں۔

حکومت کی جانب سے انتہاپسند قرار دی گئی تنظیموں سے منسلکہ مسلح فرقہ وارانہ گروہ اور امریکہ و دیگر حکومتوں کی جانب سے دہشت گرد قرار دی گئی تنظیموں نے عیسائیوں، احمدی مسلمانوں، صوفی مسلمانوں اور شیعہ مسلمانوں بشمول شیعہ ہزارہ برادری کے خلاف حملے کیے۔ موخر الذکر برادری ان حملوں کا خاص نشانہ رہی۔

سارا سال حملہ آوروں نے عیسائیوں، احمدیوں، صوفیوں اور شیعوں کو نشانہ بنایا اور قتل کیا۔ 27 مارچ کو ایسٹر کی اتوار لاہور کے گلشن اقبال پارک میں خود کش بمبار نے 29 بچوں سمیت 78 افراد کو ہلاک اور 350 سے زیادہ کو زخمی کر دیا۔ متاثرین میں متعدد لوگ عیسائی خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جو مذہبی چھٹی منانے اس پارک میں آئے تھے تاہم متاثرین میں بیشتر تعداد مسلمانوں کی تھی۔ سال بھر احمدی برادری کے ارکان نامعلوم افراد کے ٹارگٹڈ حملوں میں ہلاک ہوتے رہے۔

لوگوں کی جانب سے مذہبی اقلیتوں پر قبول اسلام کے لیے دباؤ ڈالے جانے کی کوششیں بھی مسلسل جاری رہیں جن میں نوجوان لڑکیوں کا مذہب جبراً تبدیل کرانے اور ملازمتوں میں اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک کی اطلاعات بھی شامل ہیں۔ مذہبی اقلیتوں کے مقدس مقامات، عبادت گاہوں اور مذہبی علامات پر حملوں کی اطلاعات بھی ملتی رہیں۔

امریکی دفتر خارجہ کے اعلیٰ حکام بشمول سفیر، قریب مشرق اور جنوبی و وسطی ایشیا میں مذہبی اقلیتوں کے بارے میں خصوصی مشیر، مسلم برادریوں کے لیے خصوصی نمائندے، خصوصی نمائندہ برائے افغانستان و پاکستان اور سفارتخانوں کے حکام نے وزیر اعظم کے اعلیٰ سطحی مشیر، وزیر برائے انسانی حقوق اور وزارت قانون و انصاف اور وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی کے حکام سے ملاقاتوں میں فرقہ وارانہ تشدد کے خاتمے کی ضرورت، مذہبی اقلیتوں کا تحفظ یقینی بنانے اور توہین مذہب کے قوانین کا غلط استعمال روکنے پر تبادلہ خیال کیا۔

سفارت خانے کے حکام سول سوسائٹی کے رہنماؤں، مقامی مذہبی قائدین، مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں اور قانونی ماہرین سے ملے اور ان سے عدم رواداری پر قابو پانے اور مذہبی آزادی کے فروغ کی خاطر بین المذاہب تعاون پر مکالمے کی ترویج کے لیے بات چیت کی۔ ملک کا دورہ کرنے والے امریکی حکومتی حکام نے مدرسہ بورڈ کے رہنماؤں اور انسداد دہشت گردی کے قومی ادارے (نیکٹا) کے ارکان سے ملاقاتیں کیں اور سرکاری سکولوں اور مدرسوں میں نصابی اصلاحات پر تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے اقلیتی برادری کے نمائندوں، ارکان پارلیمان، انسانی حقوق کے کارکنوں اور ایوان وزیر اعظم کے حکام سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان کی توجہ ملک میں شیعہ، احمدیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں اور دوسری اقلیتی برادریوں سے ہونے والے سلوک کی جانب مبذول کرائی۔ ان ملاقاتوں میں توہین مذہب کے قوانین کے اطلاق اور مذہبی بنیاد پر دیگر اقسام کے امتیازی سلوک پر بات بھی ہوئی۔

مارچ میں دفتر خارجہ نے لاہور میں ایسٹر کے موقع پر ہونے والے بم دھماکے اور نومبر میں بلوچستان میں صوفی درگاہ پر حملے کی مذمت کی۔ امریکی سفارت خانے نے بھی عوامی سطح پر دونوں حملوں کی مذمت کی۔ دسمبر میں دفتر خارجہ نے احمدیہ مسلم برادری کے مرکز پر پولیس چھاپے کے خلاف تشویش کا اظہار کیا۔

حصہ اول: مذہبی آبادی کا شمار

امریکی حکومتی اندازے کے مطابق جولائی 2016ء تک پاکستان کی مجموعی آبادی 20 کروڑ 12 لاکھ تھی۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق ملک کی 95 فیصد آبادی مسلمان (سرکاری طور پر مسلم آبادی کا 75 فیصد سنی اور 25 فیصد شیعہ ہے) تھی۔ حکومتی اعداد و شمار کی رو سے بقیہ 5 فیصد میں احمدی مسلمان، ہندو، عیسائی، پارسی / زرتشتی، بہائی، سکھ، بدھ، کیلاش، کیہال اور جین شامل ہیں۔ اقلیتی مذہبی گروہوں کے حجم کے حوالے سے غیر سرکاری اندازے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

2014ء کی میڈیا رپورٹس کے مطابق اگرچہ نادرا میں 29 لاکھ غیر مسلم رجسٹرڈ تھے تاہم ان کی حقیقی تعداد 35 لاکھ سے زیادہ تھی۔ مذہبی برادری کے نمائندوں کا اندازہ ہے کہ ملک کی مجموعی آبادی میں اقلیتوں کا حصہ 3 سے 5 فیصد ہے اور یہ تعداد 60 لاکھ سے ایک کروڑ تک بنتی ہے۔

2014ء میں میڈیا میں آنے والے سرکاری اعداد و شمار کی رو سے ملک میں 14 لاکھ ہندو، 13 لاکھ عیسائی، ایک لاکھ 26 ہزار احمدی، 34 ہزار بہائی، چھ ہزار سکھ اور چار ہزار پارسی رہتے ہیں۔ احمدیوں کی جانب سے سرکاری مردم شماری کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ احمدی برادری کے ذرائع کا کہنا ہے کہ ملک میں ان کے ہم مذہبوں کی تعداد پانچ سے چھ لاکھ کے درمیان ہے۔ بلوچستان میں مقیم ذکری مسلم برادری کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ اندازاً ان کی آبادی 5 سے 8 لاکھ کے درمیان ہے۔ یہودی برادری ملک سے ہجرت کر چکی ہے۔

دوسرا حصہ: حکومت کی جانب سے مذہبی آزادی کے احترام کی صورتحال

قانونی ڈھانچہ

پاکستان کے آئین میں اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیا گیا ہے اور ملک میں تمام قوانین کا اسلام کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ آئین میں یہ بھی لکھا ہے کہ 'دستور، قانون عامہ اور اخلاقیات کی رو سے ہر شہری کو اپنے مذہب کے اعلان، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کا حق حاصل ہے'

آئین کی رو سے ہر شہری کو آزادی اظہار کا حق بھی حاصل ہے بشرطیکہ یہ اظہار ضابطہ تعزیرات کی رو سے اسلام کی عظمت کے منافی نہ ہو۔ ضابطہ تعزیرات کے مطابق 'توہین رسالت کا مرتکب سزائے موت، قرآن کی بے حرمتی، اسے نقصان پہنچانے اور اس کی بے ادبی کا مرتکب عمر قید اور دیگر مذہبی احساسات کی توہین کرنے والا 10 سال قید کا مستوجب ہے' اسی طرح مذہبی بنیاد پر نفرت کو ہوا دینے والے کے لیے سات سال قید کی سزا تجویز کی گئی ہے۔

آئین کی رو سے 'مسلمان' وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت نیز آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کا یقین رکھتا ہو اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس پر یقین رکھتا ہو اور نہ ہی اسے تسلیم کرتا ہو۔ آئین میں یہ بھی درج ہے کہ 'عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ، پارسی، قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) بہائی یا کسی بھی شیڈولڈ کاسٹ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص 'غیر مسلم ہے'۔

آئین اور ضابطہ تعزیرات کی رو سے احمدی غیر مسلم ہیں اور خود کو مسلمان یا اسلام کے وارث نہیں کہلوا سکتے۔ ضابطہ تعزیرات انہیں اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ کسی کا عقیدہ تبدیل کرانے یا 'مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے' سے روکتا ہے۔ ان شرائط کی خلاف ورزی پر تین سال تک قید اور جرمانے کی سزا ہو سکتی ہے۔ ضابطہ تعزیرات کسی بھی مذہب یا اس سے تعلق رکھنے والوں کے مذہبی جذبات جان بوجھ کر اور سوچے سمجھے انداز میں مجروح کرنے کو مجرمانہ فعل قرار دیتا ہے جس کے لیے 10 برس تک قید کی سزا رکھی گئی ہے۔

جنوری 2015ء سے سال کے اختتام تک ایک آئینی ترمیم کے ذریعے فوجی عدالتوں کو عام شہریوں کے خلاف دہشت گردی، فرقہ وارانہ تشدد اور دیگر جرائم کی پاداش میں مقدمات چلانے کی اجازت دی گئی۔ اس سلسلے میں حکومت پر تشدد جرائم، دہشت گردی کی سرگرمیوں اور مذہبی نفرت پر مبنی تقاریر بشمول توہین مذہب کے مقدمات میں انسداد دہشت گردی کی خصوصی سویلین عدالتوں سے بھی کام لے سکتی ہے۔

پاکستان کا آئین کہتا ہے کہ کوئی فرد اپنے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی تقریب یا عبادت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ آئین 'مذہبی اداروں کے انتظام و انصرام' کی آزادی دیتا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ہر مذہبی فرقے کو اپنے ادارے قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔ آئین کی رو سے کوئی شخص اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ یا اس کے

اداروں کی دیکھ بھال کے لیے کسی خصوصی ٹیکس کی ادائیگی کا پابند نہیں ہے۔ حکومت سنی مسلمانوں سے ڈھائی فیصد زکوۃ جمع کرتی ہے اور سنی مساجد، مدرسوں اور خیراتی اداروں میں وسائل تقسیم کرتی ہے۔

پاکستان کا آئین حکومت کو انفرادی و اجتماعی طور پر مسلمانوں کو اپنی زندگیاں اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق بنانے اور اسلامی اخلاقی اصولوں کی پاسداری کے اقدامات اٹھانے کا اختیار دیتا ہے۔ آئین ریاست کو حکم دیتا ہے کہ وہ مسلم عشر، مذہبی بنیادوں اور عبادت گاہوں کی مناسب تنظیم کے لیے اقدامات کرے۔

وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی حج اور دوسری مذہبی زیارات میں شرکت کا اہتمام کرنے کی ذمہ دار ہے۔ توہین مذہب اور اسلامی تعلیم جیسے معاملات پر بھی حکام وزارت سے رجوع کرتے ہیں۔ قانون کی رو سے وزارت مذہبی امور اپنے بجٹ میں نادار اقلیتوں کی معاونت، اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی مرمت، اقلیتوں کے زیر اہتمام چھوٹے ترقیاتی منصوبوں کا اجراء، اقلیتوں کے مذہبی تہوار منانے اور مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ کے لیے وظائف کی فراہمی کی بھی ذمہ دار ہے۔

17 نومبر کو سندھ کی صوبائی اسمبلی نے صوبہ سندھ کے لیے اقلیتی کمیشن بنانے کے لیے قانون منظور کیا۔ اس قانون کی رو سے 11 رکنی کمیشن سندھ میں اقلیتوں کے حقوق کے بہتر طور سے تحفظ کی غرض سے حکومتی پالیسیوں اور قوانین کا جائزہ لے گا اور تجاویز پیش کرے گا۔ اس کمیشن کے پاس سول عدالت کے تفتیشی اختیارات بھی ہوں گے جن میں گواہوں کو سمن جاری کرنا اور بیان حلفی پر شہادت کا حصول بھی شامل ہے۔

یہ قانون اسلام اور اس کے پیغمبر پر کسی قسم کی تنقید یا دوسروں کے مذہبی اعتقادات کی توہین ممنوع قرار دیتا ہے۔ اس قانون میں احمدیہ برادری کے مذہبی لٹریچر کی فروخت پر بھی پابندی عائد کی گئی ہے۔ 1947ء میں برطانوی ہندوستان کی تقسیم کے بعد اقلیتوں کی متروک مذہبی املاک صوبائی اور وفاقی حکومتوں کی ذمہ داری ہیں۔

آئین کہتا ہے کہ کسی بھی تعلیمی ادارے میں پڑھنے والے کسی بھی شخص کے لیے اپنے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کی کسی تقریب میں شرکت یا اس کی ہدایات پر عمل کرنا لازم نہیں ہے۔ آئین میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی مذہبی فرقے کو اپنے فرقے سے مخصوص تعلیمی ادارے میں طلبہ کو مذہبی ہدایات دینے سے روکا نہیں جا سکتا۔

آئین میں لکھا ہے کہ حکومت ریاستی اہتمام میں چلنے والے تمام تعلیمی اداروں میں تمام مسلمان طلبہ کے لیے اسلامیات کو لازمی مضمون قرار دے گی۔ اگرچہ دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلبہ پر قانونی طور سے اسلام کا مطالعہ لازم نہیں ہے تاہم ان مذاہب کے تعلیمی ادارے اپنے مذہبی اعتقادات کے مطابق متوازی مذہبی تعلیم نہیں دے سکتے۔ تاہم بعض سکولوں میں غیر مسلم طلبہ اخلاقیات کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

والدین اپنے بچوں کو اپنے اخراجات پر نجی سکولوں میں بھیج سکتے ہیں جن میں مذہبی ادارے بھی شامل ہیں۔ نجی سکول مذہبی تعلیم دینے یا نہ دینے کے حوالے سے آزاد ہیں۔

قانون کی رو سے مدرسوں میں فرقہ وارانہ یا مذہبی بنیاد پر نفرت یا تشدد کی تعلیم دینا یا اس کی حوصلہ افزائی ممنوع ہے۔ قانون کہتا ہے کہ تمام مدارس کو پانچ میں سے کسی ایک وفاق (آزاد خود مختار بورڈ) کے ساتھ یا براہ راست حکومت کے پاس رجسٹرڈ ہونا چاہیے تاکہ ان کے غیر ملکی ذرائع آمدنی کا حساب رکھا جا سکے۔ غیر ملکی طلبہ قانونی تعلیمی ویزوں پر، پس منظر سے آگہی اور اُن کی متعلقہ حکومتوں کی رضامندی سے ہی ان مدارس میں داخلہ لے سکیں۔ تاہم سکیورٹی تجزیہ کار اور مدرسوں میں اصلاحات کے حامیوں نے مشاہدہ کیا ہے کہ بہت سے مدرسے ایسی دستاویزی شرائط پوری کرنے میں ناکام ہیں۔

آئین کہتا ہے کہ 'تمام موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے گا' اس میں مزید لکھا ہے کہ اسلامی تعلیمات سے متضاد کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ آئین کی رو سے یہ شرط 'غیر مسلم شہریوں کے نجی قوانین' یا شہری کی حیثیت سے ان کے درجے پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ شادی، طلاق اور وراثت سے متعلق نجی قوانین برطانوی دور کے ہیں۔

آئین کی رُو سے ملک میں ایک وفاقی شرعی عدالت موجود ہے جو مسلمان ججوں پر مشتمل ہے۔ یہ جج اس امر کا جائزہ لیتے اور فیصلہ کرتے ہیں کہ آیا کوئی قانون اسلامی تعلیمات کے خلاف تو نہیں۔ آئین اس عدالت کو اپنے طور پر، حکومت یا کسی بھی عام شہری کی درخواست پر کسی قانون کا جائزہ لینے کا اختیار دیتا ہے۔ آئین کی رو سے حکومت کو اس عدالت کی ہدایات کی روشنی میں متعلقہ قانون میں تبدیلی لانا چاہیے۔ آئین عدالت کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ مخصوص جرائم بشمول جنسی زیادتی اور اسلامی اخلاقیات سے متعلق مجرمانہ جرائم جیسے زنا، شراب نوشی اور جوئے سے متعلق مقدمات کے جائزے کا اختیار بھی دیتا ہے۔ یہ عدالت ایسے مقدمات میں عام عدالتوں کی جانب سے دی گئی سزا کو معطل بھی کر سکتی ہے اور اس میں اضافے کا اختیار بھی رکھتی ہے۔ یہ عدالت زیریں عدالتوں میں ایسے مقدمات کے حوالے سے اختیار نظر ثانی استعمال کرتی ہے۔ یہ اختیار مسلم و غیر مسلم دونوں شہریوں کے مقدمات میں لاگو ہوتا ہے۔ غیر مسلم شہری ایسے معاملات میں وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کر سکتے ہیں جن میں ان کے حقوق مجروح ہوئے ہوں۔ اس عدالت کے فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی جا سکتی ہے۔

آئین کی رو سے ملک میں ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم ہے جو پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی درخواست پر سفارشات پیش کرتی ہے۔ یہ کونسل مسلمانوں کو اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کے طریقوں کو فروغ دیتی ہے۔ آئین اس کونسل کو قانون ساز اور انتظامی شعبہ جات کو مشورہ دینے کا اختیار بھی دیتا ہے۔ کونسل انہیں یہ بتاتی ہے کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی تعلیمات کے منافی تو نہیں۔

سول یا عمومی قانون کے تحت شادیوں کی اجازت کے حوالے سے قانون میں مخصوص زبان کی عدم موجودگی کے باعث شادی کے سرٹیفکیٹ پر مذہبی حکام کے دستخط ہوتے ہیں اور انہیں مقامی شادی رجسٹرار کے پاس درج کرایا جاتا ہے۔ فروری میں سندھ کی صوبائی اسمبلی نے ایک قانون منظور کیا جس کی رو سے سندھ میں ہندوؤں کی شادیاں رجسٹرڈ کرنے کا رسمی طریقہ واضح کیا گیا ہے۔ اس کی رو سے شادی کرنے والے جوڑے کی عمر میں 18 سال ہونا لازمی ہے، شادی میں دونوں کی رضامندی ہونی چاہیے اور دونوں ایسے رشتہ دار نہ ہوں کہ ہندو رسوم و رواج کی رو سے ان کی شادی ناممکن ہو۔

اسلام قبول کرنے کی صورت میں غیر مسلم مردوں کی شادی بدستور برقرار رہتی ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم عورت اسلام قبول کرے اور اس کی شادی اس کے سابقہ مذہب کے مطابق ہوئی ہو تو حکومت اس شادی کو تحلیل قرار دے گی۔ اسلام قبول کرنے والی عورت کے غیر مسلم خاوند سے ہونے والے بچے ناجائز متصور ہوں گے اور وہ اس کی وراثت کے حق دار نہیں ہوں گے۔ اس عورت کی سابقہ شادی اور بچوں کو قانونی قرار دینے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کا شوہر بھی مسلمان ہو جائے۔

ایک مسلمان شخص اور اس کی بیوی کے بچے ناجائز متصور ہوں گے اگر وہ کوئی دوسرا مذہب قبول کر لیں اور قانون کی رو سے حکومت ان بچوں کو اپنی تحویل میں لے سکتی ہے۔

آئین کی رو سے ریاست 'اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کے تحفظ' اور مذہبی تفریق کے بغیر تمام لوگوں کی بہبود کی ذمہ دار ہے نیز اسے فرقہ وارانہ تعصب کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ آئین مذہبی اداروں پر ٹیکس کے نفاذ کی بابت کسی بھی مذہبی برادری کے خلاف امتیازی سلوک کی ممانعت کرتا ہے۔

آئین کی رو سے حکومتی خدمات کے شعبوں میں تعیناتی کے دوران اہل افراد میں مذہبی بنیاد پر کوئی تفریق روا نہیں رکھی جاسکتی۔ آئین مذہبی وابستگی کی بنا پر کسی بھی سرکاری تعلیمی ادارے میں کسی کو امتیازی طور پر داخلہ دینے کی ممانعت کرتا ہے۔ قواعد کی رو سے طلبہ کے گریڈ اور متعلقہ صوبے کے علاوہ کوئی اور شے سرکاری تعلیمی اداروں میں داخلے پر اثرانداز نہیں ہوسکتی۔ تاہم طلبہ داخلے کے لیے اپنے درخواست فارم میں مذہبی وابستگی ظاہر کرنے کے پابند ہیں۔ نجی تعلیمی اداروں بشمول یونیورسٹیوں میں داخلے کے خواہش مند طلبہ کے لیے بھی مذہبی وابستگی سامنے لانا ضروری ہے۔ جو طلبہ خود کو مسلمان کہتے ہیں انہیں لکھ کر دینا ہوگا کہ وہ ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔ غیر مسلم طلبہ کو اپنی مذہبی وابستگی کے حوالے سے اپنی مقامی مذہبی برادری کے سربراہ کا تصدیق نامہ درکار ہوگا۔

حکومت پاسپورٹ پر مذہبی وابستگی بھی درج کرتی ہے اور قومی شناختی کارڈ کے لیے دی جانے والی درخواستوں میں بھی اس کا تذکرہ لازم ہے۔ مسلمان قرار دیے جانے کے خواہش مند لوگوں کو یہ حلف دینا لازمی ہے کہ وہ محمد کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور احمدیہ تحریک کے بانی کو جھوٹا نبی اور اس کے پیروکاروں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ آئین کی رو سے ملک کے صدر اور وزیراعظم کا مسلمان ہونا لازم ہے۔ تمام اعلیٰ حکام بشمول ارکان پارلیمنٹ کو حلف دینا ہوگا کہ وہ ملک کے اسلامی تشخص کا تحفظ کریں گے۔

قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں مذہبی اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں رکھی گئی ہیں۔ 342 ارکان پر مشتمل قومی اسمبلی میں مذہبی اقلیتوں کے لیے 10 نشستیں مخصوص ہیں۔ ایک سو چار ارکان پر مشتمل سینیٹ میں مذہبی اقلیتوں کے لیے چار نشستیں مخصوص ہیں۔ جس میں ہر صوبہ کے لیے ایک نشست مختص ہے۔ خیبر پختونخوا کی صوبائی اسمبلی میں مذہبی اقلیتوں کے لیے تین، پنجاب میں آٹھ، سندھ میں نو اور بلوچستان میں تین نشستیں مخصوص ہیں۔ عام انتخابات میں نشستیں جیتنے والی سیاسی جماعتیں اقلیتی افراد کا چناؤ کرتی ہیں جو اسمبلی میں یہ مخصوص نشستیں سنبھالتے ہیں۔ انہیں ان کے اقلیتی حلقوں سے براہ راست منتخب نہیں کیا جاتا۔

پاکستان شہری و سیاسی حقوق کے عالمگیر معاہدے کا رکن ہے جہاں اسے دو تخصیصات حاصل ہیں کہ اس معاہدے میں مرد و خواتین کے مساوی حقوق سے متعلق آرٹیکل تین کا اطلاق شہریوں کے نجی قوانین اور قانون شہادت سے مطابقت کی صورت میں اطلاق ہوگا اور سرکاری خدمات میں شرکت کے مساوی حق سے متعلق آرٹیکل 25 پاکستانی آئین کے ان آرٹیکلز سے مشروط ہے جن میں کہا گیا ہے کہ ملک کے صدر اور وزیراعظم مسلمان ہوں گے۔

حکومتی اقدامات

حکومت نے توہین مذہب کے قانون کو تنقید کا نشانہ بنانے والے سرکاری عہدیدار کو قتل کرنے والے ممتاز قادری کی سزائے موت پر عملدرآمد کیا۔ ماتحت عدالتوں نے توہین مذہب کے کم از کم پانچ ملزموں کو بری کیا جبکہ ایسے دیگر مقدمات جاری رہے۔ توہین مذہب کے جرم میں سزائے موت پانے والی عیسائی خاتون آسیہ بی بی کی اپیل سننے والی عدالت نے یہ درخواست غیر معینہ مدت کے لیے التوا میں ڈال دی۔ سول سوسائٹی کی رپورٹس کے مطابق ملک میں توہین مذہب کے الزام میں 45 افراد زیر حراست ہیں جن میں کم از کم 17 کو موت کی سزا سنائی جاچکی ہے۔ پولیس نے گزشتہ برس کے مطابق اس سال توہین مذہب کے کہیں زیادہ مقدمات درج کیے اور متعدد افراد کو توہین مذہب کے الزام میں گرفتار کیا۔

حکومت نے قومی ایکشن پلان کے تحت انسداد دہشت گردی کے اقدامات پر عمل جاری رکھا جن میں فرقہ وارانہ نفرت اور انتہاپسندی پر مبنی تقاریر کی روک تھام کا صریح ہدف بھی شامل ہے۔ سول سوسائٹی کے گروہوں نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ حکام مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کے واقعات پر کوئی تادیبی قدم اٹھانے میں عمومی طور پر ناکام رہے اور پولیس ایسی خلاف ورزیوں کے مرتکب افراد کو گرفتار نہ کرسکی۔ تاہم غیر سرکاری تنظیموں اور میڈیا اداروں نے بتایا کہ متعدد مواقع پر پولیس کی مداخلت کے

باعث مذہبی بنیاد پر تشدد کی روک تھام میں مدد ملی۔ متعدد ذرائع کے مطابق ذاتی دشمنیوں کا بدلہ لینے کے لیے ہمسایوں، ساتھیوں یا کاروباری شراکت داروں کے خلاف توہین مذہب کی شکایات درج کرانے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ احمدیہ برادری کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ احمدی مسلمانوں کو توہین مذہب اور دوسرے قوانین کی خلاف ورزی کے الزام میں نشانہ بنائے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔

قانونی مبصرین نے بتایا کہ حکام نے بعض افراد کو توہین مذہب کے بے بنیاد الزامات سے تحفظ دینے کے لیے اقدامات اٹھائے تاہم ماتحت عدالتیں توہین مذہب کے مقدمات میں بنیادی شہادتی معیارات مد نظر رکھنے میں ناکام رہیں۔ مذہبی اقلیتی برادریوں کے ارکان نے بتایا کہ حکومت اقلیتوں کے حقوق اور عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں اور احمدیوں کے خلاف سرکاری سطح پر امتیازی سلوک روکنے میں مکمل طور سے کامیاب نہیں ہو پائی۔

29 فروری کو حکام نے ممتاز قادری کو سزائے موت دی جو اس وقت کے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل میں ملوث تھا۔ اس نے تاثیر کو توہین مذہب کے ملکی قوانین پر تنقید کے باعث قتل کیا تھا۔ عدالت نے 2015ء میں قادری کی سزائے موت کی توثیق کرتے ہوئے قرار دیا کہ توہین مذہب کے قوانین پر تنقید توہین مذہب نہیں ہے اور یوں اسے تشدد کا جواز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ کینہ پرور افراد نے توہین مذہب کے قانون کا غلط استعمال کیا۔

قادری کو سزائے موت دیے جانے کے بعد ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے ہوئے جن میں قادری کی حمایت اور توہین مذہب کے قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا۔ ان میں راولپنڈی اور اسلام آباد میں ہونے والے بڑے مظاہرے بھی شامل ہیں جو 30 مارچ تک جاری رہے۔

حکومت نے توہین مذہب سے متعلقہ ہلاکتوں کے بعد تشدد پر قابو پانے کے لیے بعض اقدامات اٹھائے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق جولائی میں ایک ہندو امر لال کو سندھ کے ضلع گھوٹکی میں قرآن کے اوراق جلانے کا مرتکب قرار دیا گیا۔ ان الزامات کے بعد ضلع میں ہنگامے پھوٹ پڑے جن میں نامعلوم مسلح افراد نے دو مزید ہندوؤں پر فائرنگ کی جن میں ایک ہلاک ہو گیا۔ اس وقت سندھ کے وزیر مذہبی امور عبدالقیوم سومر اور دوسرے مقامی حکام نے ہنگامے ختم کرانے کے لیے مقامی مذہبی رہنماؤں سے مذاکرات کیے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق سندھ کے وزیر داخلہ اور انسپکٹر جنرل پولیس نے گھوٹکی میں ضلعی حکومت کو 28 جولائی کو جلوس نکالنے کی ہدایات دیں جن میں ضلعی حکومت کے ارکان، پولیس اور ہندو و مذہبی رہنماؤں نے تناؤ کم کرنے کی کوشش کی۔

28 دسمبر کو چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر باجوہ نے دہشت گردی کے متعدد الزامات میں مجرم قرار پانے والے آٹھ افراد کی سزائے موت کی توثیق کی۔ ان میں چار افراد مئی 2015ء میں کراچی میں اسماعیلی برادری کی بس پر حملے میں ملوث تھے جس میں 45 مسافر ہلاک اور چھ دیگر زخمی ہو گئے تھے۔

23 نومبر کو لاہور میں انسداد دہشت گردی کی عدالت (اے ٹی سی) نے پانچ افراد کو نومبر 2014 میں کوٹ رادھا کشن میں ایک مسیحی اور اس کی حاملہ بیوی کو زندہ جلانے والے پانچ افراد کو سزائے موت سنائی۔ اس جوڑے کو قرآن کی بے حرمتی کے الزام میں قتل کیا گیا تھا۔ پانچوں افراد کو مسجد کے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے تشدد کو ہوا دینے اور جوڑے کو قتل کرنے والے ہجوم کی قیادت کا مجرم قرار دیا گیا۔ عدالت نے تشدد کی اس کارروائی میں شریک آٹھ دیگر افراد کو دو سال قید کی سزا سنائی۔

13 اکتوبر کو آسیہ بی بی کی اپیل سننے والے سپریم کورٹ کے تین میں سے ایک جج نے غیر متوقع طور پر خود کو بینچ سے علیحدہ کر لیا جس کے نتیجے میں اس اپیل پر سماعت غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی ہو گئی۔ جون 2009 میں چند مسلمان خواتین نے باہمی جھگڑے کے نتیجے میں آسیہ بی بی پر توہین رسالت کا الزام عائد کیا تھا۔ نومبر 2010ء میں آسیہ کو توہین کا مرتکب قرار دیتے ہوئے موت کی سزا سنائی گئی۔

5 دسمبر کو پنجاب میں انسداد دہشت گردی ڈویژن کی پولیس نے ربوہ میں واقع احمدیہ مسلم برادری کے اشاعتی شعبے پر چھاپہ مارا۔ پولیس نے چار افراد کو گرفتار کیا اور مجموعی طور پر 9 احمدیوں کو 2014ء میں پنجاب حکومت کی جانب سے بند کیے جانے والے احمدی میگزین کی اشاعت سے متعلق جرائم کا قصوروار ٹھہرایا۔ احمدی نمائندوں کے مطابق عدالتی حکم میں انہیں اس میگزین کی اشاعت جاری رکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ احمدی نمائندوں کا کہنا تھا کہ گرفتار شدگان کو پولیس حراست میں تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ ان الزامات پر زیادہ سے زیادہ سزا سات سال قید ہے جبکہ چاروں گرفتار افراد جیل میں ہیں جبکہ ان کے مقدمے پر کارروائی زیر التواء ہے۔

سی ایس اوز کی جانب سے مہیا کردہ اعدادوشمار کے مطابق پولیس نے اس سال 18 افراد کے خلاف توہین مذہب کے مقدمات درج کیے جبکہ 2015ء میں ایسے مقدمات کی تعداد تین تھی۔ لوگوں کی جانب سے ذاتی دشمنیوں کا بدلہ لینے کے لیے ہمسایوں، ساتھیوں اور کاروباری شریک کاروں کے خلاف توہین مذہب کی شکایات درج کرانے کا سلسلہ جاری رہا۔ قانون کی رو سے توہین مذہب کا مقدمہ درج کرنے سے پہلے کسی اعلیٰ پولیس افسر کی جانب سے الزامات کی تحقیقات لازم ہیں تاہم انسانی حقوق کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ پولیس نے باقاعدہ طور سے اس طریقہ کار کی پابندی نہیں کی۔

30 دسمبر کو سنی تحریک نامی تنظیم کے اصرار پر پولیس نے ایک 'نامعلوم شخص' کے خلاف توہین مذہب کا مقدمہ درج کیا۔ اس شخص پر تمام پاکستانیوں کو کرسمس کی مبارک باد پر مبنی وڈیو جاری کرنے اور توہین مذہب کے ملکی قوانین سے متاثرہ لوگوں کے لیے دعا کے لیے کہنے کا الزام تھا۔ وڈیو میں موجود اس شخص نے خود کو شان تاثیر کے نام سے متعارف کرایا جو کہ حقوق کا علمبردار اور پنجاب کے مرحوم گورنر سلمان تاثیر کا صاحبزادہ ہے جنہیں توہین مذہب کے قوانین پر تنقید کے بعد جنوری 2011ء میں ممتاز قادری نے قتل کر دیا تھا۔ سنی تحریک نے ایک فتویٰ جاری کیا جس میں تاثیر کو اس وڈیو پیغام پر 'موت کا سزاوار' قرار دیا گیا۔

میڈیا رپورٹس کے مطابق اکتوبر میں کوئٹہ پولیس نے ایک نو سالہ عیسائی لڑکے اور اس کی والدہ کو قرآن کے اوراق جلانے کے الزام میں گرفتار کیا اور ان سے تفتیش کی۔ سول سوسائٹی کے مقامی نمائندوں نے اس کیس پر نظر ثانی کے لیے پولیس سے رابطہ کیا۔ پولیس نے تصدیق کی کہ قرآن کو جلانے جانے کا کوئی ثبوت نہیں ملا اور لڑکے کو والدہ سمیت رہا کر دیا۔

18 ستمبر کو قصور میں ضلعی پولیس نے 16 سالہ عیسائی نبیل (مسیح) امانت کو فیس بک پر کعبے کی تصویر شیئر کرنے پر توہین مذہب کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ جرم ثابت ہونے پر دس سال قید کی سزا سنائی جانا تھی اور سال کے اختتام تک وہ جیل میں ہی تھا۔ جولائی میں ایک مسلمان شخص نے ندیم جیمز نامی عیسائی کے خلاف شکایت درج کرائی جس میں الزام لگایا گیا کہ ندیم نے اسے واٹس ایپ پر 'اسلام کی مقدس شخصیات کے خلاف توہین آمیز نظم' بھیجی ہے۔ جیمز پر توہین مذہب کا الزام عائد کیا گیا اور پولیس نے اس کی جانب سے گرفتاری پیش کیے جانے تک اس کے رشتہ داروں کو 'حفاظتی تحویل' میں لے لیا۔ جیمز بدستور جیل میں تھا اور اس کا مقدمہ گجرات کی ٹرائل کورٹ میں زیر التواء ہے۔

28 جون کو گوجرانوالہ میں انسداد دہشت گردی کی عدالت نے دو مسیحیوں (انجم ناز اور جاوید ناز) اور ایک مسلمان (جعفر علی) کو توہین مذہب اور بھتہ خوری کے الزامات میں موت کی سزا سنائی۔ انجم ناز نے پولیس کو اطلاع دی کہ جاوید اور جعفر اس کے الہٰحانہ کے مطابق توہین مذہب پر مبنی موبائل فون ریکارڈنگ کا غلط الزام عائد کر کے اس سے رقم اینٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تینوں ملزموں نے اپنی سزاؤں کے خلاف اپیلیں دائر کیں جن پر فیصلہ ہونا باقی ہے۔

20 جون کو گوجرانولا میں انسداد دہشت گردی کی عدالت نے دو مسیحیوں کو توہین مذہب اور دہشت گردی کے الزامات میں چھ سال قید کی سزا سنائی اور پانچ دیگر مسیحی ملزموں کو بری کر دیا۔ یہ لوگ 16 افراد کے اس گروہ کا حصہ تھے جن کے خلاف گوجرانوالہ کے قریب مقامی پولیس نے اشتعال انگیز مواد کی اشاعت کے الزام میں مقدمات درج کیے تھے اور یہ اگست 2015ء سے زیر حراست تھے۔ بقیہ نو ملزموں کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا جبکہ ان کے مقدمات سال کے اختتام تک زیر التوا تھے۔

19 جون کو سندھ کے علاقے ٹنڈو آدم کی پولیس نے ایک مسلمان دکان دار جہانزیب خاصخیلی کو توہین مذہب کے الزام میں گرفتار کیا۔ الزام یہ تھا کہ وہ ایسے جوتے فروخت کر رہا تھا جن کے تلے پر ہندو مذہبی نشان بنا ہوا تھا۔ ہندو برادری کے رہنماؤں نے خاصخیلی کی گرفتاری کا مطالبہ کیا اور اس کا مقدمہ سال کے اختتام تک ٹرائل کورٹ میں زیر التوا تھا۔

24 مئی کو پنجاب میں شیخوپورہ پولیس نے عثمان لیاقت نامی مقامی مسیحی کو توہین مذہب کے الزامات میں گرفتار کیا۔ انسانی حقوق کے مقامی کارکنوں کے مطابق مسلمانوں اور مسیحیوں کے ایک گروہ نے الزام عائد کیا کہ لیاقت نے اس گروہ سے جھگڑے کے بعد سوشل میڈیا پر توہین آمیز مواد پوسٹ کیا۔ جرم ثابت ہونے پر اسے موت کی سزا ہو گی۔ اس کا مقدمہ بھی سال کے اختتام تک ٹرائل کورٹ میں زیر التوا تھا۔

میڈیا رپورٹس کے مطابق گزشتہ برسوں میں توہین مذہب کے مشہور مقدمات میں ملوث افراد بشمول ساون مسیح، شفقت ایمانویل، شگفتہ کوثر، سجاد مسیح گل اور لیاقت علی بدستور جیل میں ہیں اور اپنی اپیل پر سماعت کے منتظر ہیں۔

30 ستمبر کو لاہور میں انسداد دہشت گردی کی عدالت نے یوحنا آباد میں دو مسلمان مردوں کو سرعام قتل کرنے کے جرم میں گرفتار 42 مسیحیوں کے خلاف قتل اور دہشت گردی کی فرد جرم عائد کی۔ مارچ 2015ء میں یوحنا آباد میں مسیحیوں کے دو گرجا گھروں میں بم دھماکوں کے بعد ہجوم نے دو افراد کو زندہ جلا دیا تھا۔

احمدیہ برادری کے رہنماؤں کے مطابق حکام نے اس سال 14 احمدیوں کے خلاف مذہب سے متعلق مقدمات قائم کیے۔ سال کے اختتام پر یہ 14 احمدی ان الزامات میں بدستور جیل میں تھے جن میں 80 سالہ عبدالشکور بھی شامل ہے جسے دسمبر 2015ء میں احمدیوں سے متعلقہ کتابیں فروخت کرنے پر گرفتار کیا گیا تھا۔ 2 جنوری کو اسے احمدیہ عقیدے کی تبلیغ کے جرم میں پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی جبکہ 'مذہبی نفرت اور فرقہ واریت' کو ہوا دینے پر مزید تین سال قید بھی سنائی گئی۔ یہ دونوں سزائیں اکٹھی شروع ہونا تھیں۔

سی ایس اوز اور میڈیا رپورٹس کے مطابق اپریل میں شمالی پنجاب کے چک 44 میں ایک ہجوم نے عیسائی نوجوان کی جانب سے اپنے موبائل فون میں مبینہ طور پر توہین آمیز وڈیو رکھنے پر مسیحی برادری کے گھروں کو جلانے کی کوشش کی۔ حملے کے خوف سے 10 عیسائی خاندان علاقہ چھوڑ گئے تاہم اضافی 70 پولیس اہلکاروں کی فوری تعیناتی نیز عیسائیوں اور مسلمانوں پر مشتمل مقامی 'امن کمیٹی' کے مربوط پیغامات کی بدولت ہجوم منتشر ہو گیا اور تناؤ کی کیفیت ختم ہو گئی۔

مئی میں گجرات کے قریب ایک مقامی مذہبی پیشوا نے ایک نوجوان عیسائی خاتون کے خلاف توہین مذہب کی شکایت درج کرانے کی کوشش کی اور جس کے بعد مقامی ہجوم جمع ہوا تو مسیحیوں نے پولیس کو ہنگامی کال کی۔ پولیس اور مقامی لوگوں نے حالات کو ٹھنڈا کیا جس کے بعد اس پیشوا نے اپنی شکایت واپس لے لی۔

نومبر میں کراچی میں متعدد گروہوں نے ایک نمایاں شیعہ عالم علامہ مرزا یوسف حسین اور سابق سینیٹر فیصل رضا عابدی کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا۔ حسین کو نفرت پر مبنی تقریر کے الزام میں لاؤڈ سپیکر کے غلط استعمال کے قانون کے تحت حراست میں لیا گیا۔ ان پر مئی میں حقوق کے کارکن خرم ذکی کی نماز جنازہ میں تشدد کو ہوا دینے کا الزام تھا۔ چند روز بعد انہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق عابدی کو تبلیغی جماعت (سنی گروہ) سے تعلق رکھنے والے دو افراد کے قتل کے معاملے اور غیر قانونی ہتھیار رکھنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تاہم بعد میں سندھ کے وزیر اعلیٰ نے رپورٹرز کو بتایا کہ عابدی کو محض غیر قانونی ہتھیار رکھنے کی پاداش میں گرفتار کیا گیا تھا۔ شیعہ نمائندوں نے بتایا کہ حکومت نفاذ قانون کے اقدامات کی آڑ میں انہیں نشانہ بنا رہی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے ایسے الزامات کی تردید کی۔

24 نومبر کو سندھ اسمبلی نے جبری تبدیلی مذہب کو مجرمانہ عمل قرار دینے کے لیے قانون سازی کی۔ یہ قانون کسی فرد کی تبدیلی مذہب کے لیے 21 یوم انتظار کے وقفے اور 18 سال عمر کا تقاضا کرتا ہے۔ دوسروں کو تبدیلی مذہب پر مجبور کرنے والوں کے لیے پانچ سال قید کی سزا رکھی گئی ہے۔ دسمبر میں سندھ اسمبلی نے بعض مسلم علما کی جانب سے بل کی شقوں پر اعتراضات کے باعث اس پر نظر ثانی کا فیصلہ کیا۔ سال کے اختتام تک یہ بل بدستور التوا کا شکار تھا۔

26 ستمبر کو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی انتظامیہ (آئی سی ٹی اے) نے فرقہ وارانہ تشدد کے خطرے کے پیش نظر 11 علما کو خطبات دینے اور لوگوں سے خطاب سے روک دیا۔ انتظامیہ نے فرقہ وارانہ تشدد ابھارنے کے مرتکب قرار دیے گئے 16 علما کو بھی اسلامی مہینے محرم سمیت دو ماہ کے لیے اسلام آباد داخلے سے روک دیا۔ صوبائی حکومتوں نے بھی عاشورہ کے موقع پر شیعہ مذہبی تقریبات کی حفاظت کے لیے ہزاروں کی تعداد میں پولیس اور سکیورٹی اہلکاروں کی تعیناتی کا اعلان کیا۔

اکتوبر میں راولپنڈی میں انسداد دہشت گردی کی عدالت نے 2013ء میں عاشورہ کے بعد شیعہ مسجد پر حملہ کرنے والے 12 افراد کو بری کر دیا۔ عدالت کا کہنا تھا کہ پولیس ان کے خلاف خاطر خواہ ثبوت پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

احمدیہ مسلم برادری کے رہنماؤں کے مطابق حکام احمدی مسلمانوں کو توہین مذہب اور احمدیت مخالف قوانین کی خلاف ورزی اور دیگر جرائم میں نشانہ بنانے اور ہراساں کرنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ احمدیہ رہنماؤں کا کہنا تھا کہ احمدیوں کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان قرار دینے کے خلاف بنائے جانے والے قانون کی مبہم زبان کی آڑ لے کر برادری کے ارکان کے خلاف اسلامی شعائر کے استعمال یا اپنے بچوں کے نام محمد رکھنے کی پاداش میں کارروائی کی جا رہی ہے۔ احمدی نمائندوں نے یہ بھی بتایا کہ صوبائی حکام نے احمدیوں کو ربوہ میں برادری کے مرکز کے قریب زمین خریدنے سے روک دیا۔ مذہبی تنظیموں اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے غیر سرکاری اداروں کے مطابق مذہبی اقلیتوں کو آبادی میں ان کی چھوٹی سی نمائندگی کے مقابلے میں وسیع طور سے توہین مذہب کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ پولیس ایسے بہت سے لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہی جنہوں نے توہین مذہب کے جھوٹے الزامات لگائے اور اور بیشتر مواقع پر عدالتیں ملزموں کو بری کر چکی ہیں۔

دسمبر میں سینیٹ میں انسانی حقوق کی کمیٹی نے توہین مذہب کے ملکی قوانین کے غلط استعمال کی حوصلہ شکنی کے لیے طریق کار سے متعلق ممکنہ اصلاحات پر بحث شروع کی تھی۔ میڈیا اطلاعات کے مطابق حکومت توہین مذہب کے حوالے سے دوسرے ممالک کے قانونی ڈھانچے کا جائزہ لے گی اور اصلاحات میں توہین مذہب کے حوالے سے تحقیقات کے ضمن میں وفاقی نگرانی بڑھانے کے ساتھ ملزموں کو مبینہ توہین پر پچھتاوے کا موقع دیا جائے گا۔

قانونی مشاہدہ کاروں نے توہین مذہب کے مقدمات میں زیریں عدالتوں کی جانب سے بنیادی شہادتی معیار مد نظر نہ رکھے جانے پر تشویش کا اظہار کیا۔ اس کے نتیجے میں توہین مذہب کے مجرم قرار دیے گئے بعض افراد کو اعلیٰ عدالتوں کی جانب سے عدم ثبوت کی بنا پر سزا ختم کیے جانے سے قبل سالہا سال جیل میں گزارنا پڑتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق زیریں عدالتیں ایسے ماحول میں مقدمات کی سماعت کرتی ہیں جہاں حکومت کی جانب سے انتہا پسند قرار دیے گئے گروہ جیسا کہ 'ختم نبوت گروپ' کے ارکان بڑی تعداد

میں کمرہ عدالت میں جمع ہوتے ہیں اور ملزم کے وکیل، اہلخانہ اور حامیوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ مشاہدہ کاروں ک مطابق زیریں عدالتیں انتقامی کارروائی کے خوف سے ملزموں کی ضمانت منظور نہیں کرتیں اور انہیں بری کرنے سے احتراز برتتی ہیں۔ قانونی مشاہدہ کاروں کے مطابق جج اور مجسٹریٹ عموماً ایسے مقدمات کو طول دیتے ہیں اور حکومت کی جانب سے انتہاپسند قرار دیے گئے گروہوں کی طرف سے تشدد یا مخالفت سے بچنے کے لیے مقدمہ نامعلوم مدت کے لیے ملتوی کیے رکھتے ہیں۔

احمدیہ نمائندوں نے بتایا کہ حکومت 2014ء میں دہشت گردی کے خلاف بنائے گئے قومی ایکشن پلان میں کیے وعدوں کے باوجود ٹیلی ویژن اور پرنٹ میڈیا میں احمدیت مخالف اشتہارات یا تقاریر پر پابندی عائد کرنے میں ناکام رہی۔ ستمبر میں ملک کی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مفتی منیب الرحمان نے حکومت پر احمدیوں کو پھانسی دینے کے لیے زور دیا تھا۔

حکومت کی جانب سے انتہاپسند اور دہشت گرد قرار دیے گئے بعض مذہبی گروہوں کی سرگرمیوں اور رکنیت پر پابندی کی کوششیں جاری رہیں۔ وزارت داخلہ نے جماعت الاحرار اور لشکر جھنگوی العالمی کو نومبر میں شدت پسند گروہ قرار دے کر ان پر پابندی عائد کی۔ تاہم دسمبر میں انتہاپسند گروہ اہل سنت والجماعت سے درپردہ طور پر وابستہ ایک مذہبی عالم نے پنجاب اسمبلی کی نشست پر ضمنی انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔

حکومت نے بیشتر مسلمانوں کے لیے سفر حج کی مالی معاونت اور سہولت کاری جاری رکھی مگر احمدی حج میں شرکت نہ کر سکے۔ احمدی رہنماؤں کا کہنا تھا کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی موجودگی کے باعث ان کے لیے فریضہ حج کی ادائیگی ممکن نہیں۔

مذہبی اقلیتی گروہوں کے نمائندوں کے مطابق حکومت نے مذہبی گروہوں کو عبادت گاہیں قائم کرنے اور علما کی تربیت کی اجازت دے رکھی ہے۔ اگرچہ سرکاری طور پر احمدیوں کی عبادت گاہوں کے قیام پر کوئی پابندی عائد نہیں ہے تاہم مقامی حکام احمدیوں کی جانب سے عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی درخواستیں باقاعدگی سے مسترد کرتے چلے آئے ہیں اور انہیں اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

سول سوسائٹی کے کارکنوں اور نگرانی کے اداروں کا کہنا ہے کہ بعض سرکاری سکولوں کی نصابی کتابوں میں مذہبی اقلیتی گروہوں بشمول احمدی مسلمانوں، ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف توہین آمیز باتیں تحریر ہیں۔ سول سوسائٹی کے رہنماؤں نے بتایا کہ مذہبی عدم رواداری کی تعلیم عام ہے۔ اگرچہ بہت سے گروہوں نے امتیازی مواد کو حذف کرنے کی سفارشات پیش کی ہیں مگر وفاقی حکومت نے ان پر کان نہیں دھرا۔ نگران گروہوں کے مطابق چاروں صوبوں میں پہلی سے دسویں جماعت تک پڑھائی جانے والی نصابی کتب میں مذہبی عدم رواداری اور ہندوؤں، عیسائیوں اور دیگر مذہبی اقلیتوں کے خالف متعصب مواد بدستور موجود ہے۔ بعض صوبائی حکام نے نصابی کتب میں نفرت انگیز مواد حذف کرنے اور ان کے ذریعے رواداری کو فروغ دینے کا قدم اٹھایا۔ جیسا کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے اردو کی نصابی کتب میں امن اور ہم آہنگی کے فروغ پر مبنی چھوٹی چھوٹی کہانیاں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔

اطلاعات کے مطابق خیبر پختونخوا میں حکام نے مذہبی سیاسی جماعتوں کے دباؤ پر اسلامیات، اردو اور معاشرتی علوم کی نصابی کتب میں موجود مواد پر نظر ثانی کا منصوبہ ترک کر دیا۔ اگرچہ نجی سکولوں کو مذہبی تعلیم دینے یا نہ دینے کا اختیار تھا مگر حکومتی دباؤ کے تحت انہیں اسلامیات پڑھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ نومبر میں پارلیمانی ساعت کے موقع پر تعلیم کے شعبے میں ایک حکومتی سیکرٹری نے ارکان پارلیمان کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ 'کسی احمدی کو اسلامیات پڑھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی'۔

بعض مدرسوں میں پر تشدد انتہا پسندانہ نظریے کی تعلیم دینے کی اطلاعات بھی سامنے آئیں۔ مدرسوں کی نگرانی میں اضافہ قومی ایکشن پلان کا اہم عنصر رہا اور اس شعبے میں قواعد وضوابط موثر بنانے کی حکومتی کوششوں کی شہادت بھی سامنے آئی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق صوبائی حکام مدرسوں کی رجسٹریشن کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں پنجاب کے حکام نے قریباً 14 ہزار اور سندھی حکام نے 7700 سے زیادہ مدرسوں کو رجسٹرڈ کیا۔ میڈیا اطلاعات سے یہ نشاندہی بھی ہوتی ہے کہ صوبائی حکام نے دہشت گردی کی سرگرمیوں سے روابط پر مدرسوں کو بند کرنے کا عمل بھی شروع کیا جس کے تحت پنجاب میں دو، خیبر پختونخوا میں 13 اور سندھ میں 167 مدرسے بند کیے گئے۔

میڈیا رپورٹس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ قومی ایکشن پلان کے تحت قانون نافذ کرنے والے اداروں نے علماء، مذہبی اساتذہ اور پیش اماموں کے خلاف نفرت پر مبنی تقاریر اور فرقہ وارانہ مواد پھیلانے کی پاداش میں قریباً 15 ہزار مقدمات درج کیے۔ حکام نے فرقہ وارانہ نفرت پر مبنی تقاریر کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی اور ایسی تقاریر کرنے والے بعض علما کی نقل وحرکت محدود کر دی۔

مذہبی اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والے ارکان کا کہنا ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بابت قوانین پر باقاعدگی سے عمل نہیں ہوتا اور وفاقی وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق نیز ایسی صوبائی وزارتوں کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری نہیں کی جاتی۔ مذہبی اقلیتوں نے بتایا کہ انہیں جبری قبول اسلام کی روک تھام کے لیے حکومت کی ناکافی کوششوں پر تشویش ہے۔ مذہبی اقلیتوں کے لیے کام کرنے والے کارکنوں کا کہنا ہے کہ سندھ اسمبلی میں جبری تبدیلی مذہب کو مجرمانہ فعل قرار دینے والا قانون مذہبی اقلیتوں کے بہتر تحفظ کے ضمن میں اہم قدم ثابت ہو گا۔ یہ قانون نومبر میں منظور ہوا تھا اور سال کے اختتام تک سندھ اسمبلی میں نظر ثانی کے لیے پڑا تھا۔

اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کا اجلاس ہوا جس میں اقلیتوں کے لیے ایک وسیع قومی پالیسی کو فروغ دینے کے معاملے پر بات چیت ہوئی۔ اقلیتیوں کے لیے قومی کمیشن ایک سرکاری کمیٹی ہے جو 2014ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس میں مسیحی، ہندو، مسلم اور سکھ نمائندے شامل ہیں۔

اقلیتی نمائندوں کا کہنا تھا کہ کمیشن کے لیے باقاعدہ بجٹ مختص نہیں کیا جا رہا نہ ہی آزاد چیئرپرسن کا تقرر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا کام آگے نہیں بڑھ رہا۔

فروری میں انسانی حقوق کی وزارت نے انسانی حقوق کے لیے ایک ایکشن پلان جاری کیا تھا جس میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مذہبی نفرت انگیزی کو جرم قرار دینے اور اس کے خلاف قوانین کے نفاذ اور اقلیتی مذہبی گروہوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت سمیت نو اقدامات پر بات کی گئی تھی۔

انسانی حقوق کے کارکنوں نے بتایا کہ نہ تو پاکستان کی وفاقی حکومت اور نہ ہی صوبائی حکومتوں نے سپریم کورٹ کے 2014ء کے فیصلے کو نافذ کرنے میں کوئی قابل ذکر پیشرفت کی ہے جس میں حکومت کو اقلیتی مذہبی گروہوں کے ارکان کے تحفظ کے اقدامات کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ مذہبی اقلیتی برادریوں کے ارکان نے بتایا کہ حکومت زراعت کے شعبے اور اینٹوں کے بھٹوں پر اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد (ہندوؤں اور مسیحیوں) کو غیر قانونی جبری مشقت سے بچانے میں ناکام ہو گئی ہے۔

اس طرح کے خاندان، خاص طور پر صوبہ سندھ میں زرعی زمین پر آباد ہیں۔ جہاں وہ بیشتر بنیادی سہولیات کے بغیر رہتے ہیں۔ انہیں زمیندار کی مرضی کے بغیر کہیں اور جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

پنجاب اسمبلی نے 29 اگست کو ایک قانون منظور کیا جس کے تحت اینٹ سازی کے شعبہ میں بچوں کے کام کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ قانون میں بچوں سے کام لینے والے بھٹہ مالک کو جرمانہ اور چھ ماہ قید کی سزا رکھی گئی ہے۔ ہندو اور سکھ رہنماؤں کا کہنا تھا کہ متعلقہ قانون کی غیر یقینی صورتحال کی وجہ سے ہندو اور سکھ خواتین کو شادی کی رجسٹریشن

کروانے، وراثت میں حصہ داری، صحت کی خدمات تک رسائی کے حصول، ووٹ دینے، پاسپورٹ حاصل کرنے اور جائیداد خریدنے یا فروخت کرنے میں سخت مشکلات کا سامنا ہے۔

تاہم سول سوسائٹی کے بیشتر ارکان نے سندھ اسمبلی اور قومی اسمبلی سے میرج بل کی منظوری کے اقدامات کا خیر مقدم کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ میرج بل کی منظوری سے نہ صرف شادی کی رجسٹریشن کو باقاعدہ بنانے میں مدد ملے گی بلکہ کم عمر غیر مسلموں کے مذہب زبردستیتبدیل کرانے کے واقعات میں بھی کمی آئے گی۔

میڈیا رپورٹس کے مطابق میرج بل میں ہندو عورتوں کو تنسیخ نکاح کی سہولت ملنے پر کچھ خدشات کا اظہار کیا جارہا ہے کہ اسے تبدیلی مذہب کے معاملے میں، ان کے خلاف استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بعض مقامی انتظامی ادارے مسیحی اور احمدی میرج رجسٹریشن کے حق سے مسلسل انکار کررہے ہیں۔ یہ صورتحال مسیحیوں کی شادی کے نئے قانون کا تقاضہ کرتی ہے کیونکہ موجودہ قانون 1872ء میں بنا تھا جو اب قابل عمل نہیں ہے۔

نومبر 2015ء میں نو تشکیل شدہ انسانی حقوق کی وزارت، آئین اور مختلف بین الاقوامی معاہدوں کے تحت انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کی ذمہ دار ہے۔ وزارت نے عملی طور پر مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بنیادی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ قانون اور انصاف کی وزارت، جس سے انسانی حقوق کی وزارت کو الگ کر دیا گیا تھا، تمام شہریوں کے قانونی حقوق کو یقینی بنانے کے لیے قانون اور انصاف کی عملداری کی ذمہ دار ہے۔

آئین میں 18ویں ترمیم نے انسانی حقوق، مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور ان کے تحفظ کے لیے صوبائی حکومتوں کچھ اختیارات اور ذمہ داریاں تفویض کی ہیں۔ قانونی ماہرین اور این جی اوز کے نمائندوں کا کہنا ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کے لیے رپورٹنگ کا ڈھانچہ اور مکمل قانونی فریم ورک ابھی تک غیر واضح ہیں۔ اقلیتی مذہبی رہنماؤں نے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلے کے وقت مسیحیوں، ہندوؤں، سکھوں اور احمدیوں کے خلاف امتیازی رویئے کی شکایت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی برادریوں کے لوگوں کو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلے کے وقت رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

احمدی نمائندوں کا کہنا تھا کہ یونیورسٹیوں کے داخلہ فارموں میں شامل اقرار نامے کی زبان انہیں خود کو مسلمان قرار دینے سے روکتی ہے اور ایسے اقرار نامے پر دستخط کرنے سے انکار کی صورت میں وہ داخلے کے لیے نااہل ہو جاتے ہیں۔ حکومت صرف اس صورت میں احمدی طلبا طالبات کو داخلہ دیتی ہے اگر وہ خود کو مسلمان کہنے کے حق سے دستبردار ہو جائیں۔

احمدی رہنماؤں نے بتایا کہ بہت سے احمدی طلبا و طالبات کو صرف اس بنا پر سرکاری یونیورسٹیوں سے نکال دیا گیا کہ انہوں نے اپنے ابتدائی داخلہ فارم میں اپنی مذہبی شناخت کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ مذہبی اقلیتی کمیونٹی کے ارکان نے کہا کہ سرکاری سکولوں میں قرآن کے حافظ طلبا و طالبات کو بونس گریڈ پوائنٹس ملتے ہیں، لیکن اقلیتی طلبا کے لیے ایسی کوئی سہولت میسر نہیں۔

زیادہ تر مذہبی اقلیتی گروپوں نے سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلوں اور سرکاری ملازمتوں کے حصول میں امتیازی سلوک کی شکایت کی۔ وفاقی ملازمتوں میں اقلیتوں کے لیے ملازمتوں کا پانچ فیصد کوٹہ مختص ہے لیکن اقلیتی تنظیموں کے مطابق سرکاری حکام اس پر عمل نہیں کرتے۔ میڈیا رپورٹس اور مذہبی اقلیتی ارکان کے مطابق پنجاب، سندھ اور کے پی کی صوبائی حکومتیں سول سروس میں اقلیتوں کے کوٹے پر عملدرآمد میں ناکام ہو گئی ہیں۔ مختلف مذہبی اقلیتی نمائندوں نے بتایا کہ سرکاری اداروں میں انہیں

ترقی کے مواقع سے محروم کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ فوج میں اقلیتی افراد کی ترقی میں بظاہر کوئی رکاوٹ حائل نہیں لیکن عملاً انہیں سینئر پوزیشن پر نہیں لایا جاتا۔ شاید ہی کوئی غیر مسلم کرنل کے عہدے سے اوپر گیا ہو۔

احمدی رہنماؤں نے بتایا کہ حکومت انہیں قانونی دستاویزات کے حصول سے روکتی ہے۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے حصول کے خواہشمند احمدی جو اپنی شناخت مسلمان کے طور پر کرانا چاہتے ہیں، انہیں اپنے عقائد کی نفی کرنے اور ایسا حلف اٹھانے کے لیے زور ڈالا جاتا ہے کہ وہ محمد کو آخری نبی اور تحریک احمدیہ کے بانی کو جھوٹا نبی تسلیم کریں۔ احمدی برادری کے نمائندوں نے بتایا کہ اگر وہ اپنی شناخت ظاہر کریں تو ان کے پاسپورٹ پر 'احمدی' لکھ دیا جاتا ہے۔ احمدی ووٹروں کی علیحدہ فہرست ہوتی ہے اور ووٹ کا حق استعمال کرنے والے احمدیوں کو دھمکایا جاتا ہے۔

ستمبر میں ایک ٹی وی چینل کے میزبان نے احمدی برادری کو توہین مذہب کا مرتکب اور غدار قرار دیا تو جماعت احمدیہ نے اس کے خلاف پاکستان الیکٹرانک میڈیا اتھارٹی (پیمرا) کو درخواست دے دی۔ تاہم میڈیا رپورٹس کے مطابق درخواست کی سماعت والے دن ٹی وی چینل کا میزبان اور بہت بڑا ہجوم دھمکی آمیز نعرے لگاتا ہوا پیمرا کی عمارت میں داخل ہوا۔ نتیجتاً پیمرا نے جماعت کی درخواست مسترد کر دی۔

مذہبی اقلیتی رہنماؤں نے بتایا کہ ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کی جانب سے اقلیتی ارکان اسمبلی کے انتخاب کا حالیہ طریقہ صرف طاقتور لوگوں یا پیسے والوں کے حق میں ہے، یعنی جو اپنی 'نشست خریدنے' کی سکت رکھتے ہیں۔ اس طرح اقلیتوں کے حقیقی نمائندے منتخب ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ موجودہ نظام اقلیتی خواتین کے درست انتخاب کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ وہ شاذونادر ہی بڑی سیاسی جماعتوں میں اثرورسوخ رکھتی ہیں۔

احمدی برادری کے لوگوں نے بتایا کہ حکام کی جانب سے احمدی مساجد کو سیل اور تباہ کرنے، نئی مساجد کی تعمیر روکنے کا سلسلہ جاری رہا اور انہوں نے احمدی مساجد پر زورزبردستی سے قبضے کرنے والوں یا انہیں نذر آتش کرنے والے حملہ آوروں کو ایسے اقدامات سے باز رکھنے یا سزا دینے کے لیے کوئی کارروائی نہیں کی۔ احمدی رہنماؤں نے بتایا کہ حکام کی جانب سے اب تک ان کی 33 مساجد کو سیل کیا جا چکا ہے۔ مارچ کے مہینے میں پنجاب پولیس کی زیر نگرانی احمدی مخالف ہجوم نے ایک ایسی احمدی مسجد پر قبضہ کیا جو اس سے پہلے ضلعی حکام نے سیل کی ہوئی تھی۔ احمدی رہنماؤں کے مطابق انہوں نے 12 دسمبر کو عید میلاد النبی کے جلوس کے موقع پر چکوال کی ایک احمدی مسجد کے لیے حفاظتی انتظامات کی درخواست دی تھی جسے پولیس نے نظر انداز کر دیا۔ اسی روز ایک ہزار سے زائد افراد پر مشتمل ہجوم نے مسجد پر ہلہ بول دیا جس کے نتیجے میں ایک احمدی مسلم دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گیا جبکہ ایک حملہ آور بھی جان سے گیا۔ پولیس نے جلوس کے متعدد شرکاء سمیت چار احمدیوں کو بھی حملہ آور کے مبینہ قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا۔

حکومت مذہبی تعلق سے قطع نظر کسی بھی پاکستانی شہری کو اسرائیل جانے سے روکنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ بالخصوص بہائی کمیونٹی کے لوگ، جن کا روحانی اور انتظامی مرکز 'بہائی ورلڈ سینٹر' اسرائیل میں واقع ہے، وہاں جانے سے قاصر ہیں۔

حکومت غیر مسلم تبلیغی سرگرمیوں کی اجازت صرف اس صورت میں دیتی ہے کہ وہ اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں کریں گے اور صرف غیر مسلموں کو ہی تبدیلی مذہب کی تبلیغ کریں گے۔ امیگریشن کی سرکاری ویب سائٹ پر بتایا گیا ہے کہ حکومت غیر ملکی مشنریوں کو دو سے پانچ سال تک کا ویزا دے گی اور انہیں سال میں دو مرتبہ پاکستان آنے کی اجازت ہے۔ تاہم نئے آنے والے مشنری گروپوں کے لیے بھی صرف 'متبادل' ویزے دستیاب ہوتے ہیں جس کا مقصد زیادہ مشنریوں کی آمد کو روکنا ہے۔ ملک میں سالہا سال سے کام کرنے والے کئی غیر مسلم مشنریوں کو یا تو ویزا کی مدت بڑھانے سے انکار کر دیا گیا یا پھر صرف چار مہینے کی توسیع دی گئی تھی۔ ان میں سے متعدد کو ویزا کی اختتامی مدت تک امیگریشن حکام نے جواب ہی نہیں دیا۔ صرف انہیں ملک میں رہنے کی اجازت ملی جن کی اپیلیں زیر التوا تھیں۔

غیر ملکی قوتوں اور غیر ریاستی کرداروں کی زیادتیاں

حکومت کی جانب سے سے کالعدم قرار دی جانے والی فرقہ وارانہ مسلح تنظیموں، لشکر جھنگوی (ایل ای جے)، تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) اور اہل سنت والجماعت (جو پہلے سپاہ صحابہ کے نام سے مشہور تھی)، سے منسلک افراد اور گروپوں کا ظلم و تشدد جاری رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکہ اور دیگر ممالک کی جانب سے کالعدم قرار دی جانے والی داعش-خراسان جیسی دہشتگرد تنظیموں اور افراد کی جانب سے مسیحیوں کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنانے کے واقعات بھی ہوتے رہے۔

دہشتگرد گروپوں نے مسیحیوں کی عبادت گاہوں پر حملے جاری رکھے۔ ایسٹر کے موقعے پر 27 مارچ بروز اتوار لاہور کے گلشن اقبال پارک میں خود کش دھماکا کیا گیا جس میں 29 بچوں سمیت 78 افراد ہلاک اور 350 سے زائد زخمی ہوگئے۔ مرنے والوں میں مسیحی خاندانوں کے کئی افراد بھی شامل تھے جو وہاں چھٹی کا دن گزارنے آئے ہوئے تھے۔ اس دھماکے کی ذمہ داری جماعت الاحرار نے قبول کی۔ حکام نے پنجاب بھر میں کریک ڈاؤن کرکے 200 سے زائد مشتبہ عسکریت پسندوں کو گرفتار کیا۔

12 نومبر کو آئی ایس آئی ایل-خراسان نے بلوچستان میں صوفی بزرگ شاہ بلال نورانی کی درگاہ پر خود کش حملہ کیا۔ دھماکے میں 52 افراد ہلاک اور 100 سے زائد زخمی ہوئے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق خود کش حملہ آور نے وہاں جاری مذہبی رسومات کو نشانہ بنایا۔ ان حملوں کے بارے میں عوامی اعداد و شمار کے مطابق فرقہ وارانہ انتہا پسند گروپوں نے ملک بھر میں شیعہ عبادت گاہوں، مذہبی اجتماعات، شیعہ رہنماؤں اور عام شیعہ لوگوں کو ملک بھر میں نشانہ بنایا۔ اس طرح کے 16 مختلف حملوں میں 25 افراد ہلاک اور 19 زخمی ہوگئے۔ دہشت گردوں نے 13 ستمبر کو شکارپور میں شیعہ مسجد اور امام بارگاہ پر دو حملوں میں 13 افراد کو زخمی کردیا۔ ان حملوں کی ذمہ داری ٹی ٹی پی سے علیحدہ ہونے والے سنی گروپ جماعت الاحرار (جے یو اے) نے قبول کی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق 17 اکتوبر کو دو موٹر سائیکل سواروں نے دیسی ساخت کا بم کراچی کے امام بارگاہ میں پھینکا۔ اس حملے میں ایک بچہ ہلاک اور 20 افراد زخمی ہوگئے۔ سنی تنظیم لشکر جھنگوی کے گروپ لشکر جھنگوی العالمی نے اس واقعے کی ذمہ داری قبول کی۔ 29 اکتوبر کو نامعلوم حملہ آوروں نے کراچی کے علاقے ناظم آباد میں ایک شیعہ اجتماع پر فائرنگ کردی جس سے پانچ افراد ہلاک اور چھ زخمی ہوگئے۔ اس حملے کی ذمہ داری بھی لشکر جھنگوی العالمی نے قبول کی۔

دہشت گرد گروپ شیعہ ہزارہ برادری کو مسلسل نشانہ بناتے رہے۔ مشتبہ عسکریت پسندوں نے آٹھ دسمبر کو کوئٹہ میں ایک ہزارہ کو گولی مار کر ہلاک کردیا۔ یکم اگست کو مسلح افراد نے کوئٹہ ہی میں دو ہزارہ شیعوں کو گولی مار کر قتل کردیا۔ اس حملے کی ذمہ داری جے یو اے نے قبول کی۔ دو ستمبر کو دہشتگردوں نے پشاور مین ایک مسیحی آبادی پر حملہ کیا جس میں ایک سیکورٹی گارڈ مارا گیا۔ اس واقعے کی ذمہ داری بھی جے یو اے نے قبول کی۔

جون میں صوفی گلوکار امجد صابری نامعلوم قاتل کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ پاکستانی طالبان نے نہ صرف امجد صابری کو توہین مذہب کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اس قتل کی ذمہ داری قبول کی۔ نومبر میں پولیس نے امجد صابری کے قتل کے الزام میں دو افراد کو گرفتار کیا۔ میڈیا کے مطابق ملزموں کا کہنا تھا کہ انہوں نے امجد صابری کو اس لیے قتل کیا کیونکہ اس نے مذہب کی توہین کی تھی۔ پانچ اکتوبر کو بلوچستان کے علاقے تربت میں نامعلوم افراد نے ذکری فرقے کے روحانی لیڈر رسید اختر ملائی کو گولی مار کر قتل کردیا۔ بعد ازاں بلوچ لبریشن فرنٹ نے قتل کی ذمہ داری قبول کرلی۔

تیسرا حصہ: معاشرے میں مذہبی آزادی کے احترام کی صورتحال

اسلامی مہینے محرم سمیت سال بھر نامعلوم حملہ آور مذہبی بنیاد پر شیعوں، ہزاروں اور احمدیوں کو حملوں کا نشانہ بناتے رہے۔ 11 نومبر کو موٹر سائیکل سوار حملہ آوروں نے تین شیعہ طلبا کو گولیوں کا نشانہ بنایا جن میں ایک زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہوگیا۔ سات اکتوبر کو کراچی میں مسلح حملہ آوروں نے دو مختلف واقعات میں چار شیعوں پر فائرنگ کی جن میں سے ایک مارا گیا۔ سول سوسائٹی کے معروف اور سرگرم کارکن سید خرم ذکی کو سات مئی کو ٹارگٹ کلنگ کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پانچ مئی کو خیبر پختونخوا کے علاقے ڈیرہ اسماعیل خان میں ہونے والے دو واقعات میں چار شیعوں کو قتل کردیا گیا۔ اس واقعے کے بعد وہاں کئی مقامات پر احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ اٹھارہ اپریل کو نامعلوم حملہ آوروں نے کراچی میں ایک شیعہ مسجد کے باہر فائرنگ کرکے تین افراد کو قتل کردیا۔

نامعلوم افراد باقاعدگی سے ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے شیعہ افراد کو نشانہ بناتے رہے۔-30 نومبر کو نامعلوم افراد نے کوئٹہ میں ایک ہزارہ خاتون کو گولی مار کر ہلاک کردیا۔ چار اکتوبر کو کوئٹہ ہی میں چار مسلح افراد نے بس میں گھس کو ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والی پانچ خواتین پر فائرنگ کردی جن میں سے چار ہلاک ہوگئیں۔

احمدی برادری کے لوگوں کو ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے ہلاک کرنے کے بہت سے واقعات سامنے آئے ہیں۔ 27 نومبر کو موٹر سائیکل سوار مسلح افراد نے کراچی میں ایک احمدی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ 4 جون کو نامعلوم حملہ آوروں نے پنجاب کے شہر اٹک میں فارمیسی کے احمدی مالک کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ یکم مارچ کو پنجاب کے ضلع شیخوپورہ میں نامعلوم حملہ آور نے ایک احمدی کو چاقو گھونپ کر قتل کر دیا۔ موٹر سائیکل سوار قاتلوں نے 25 مئی کو ایک احمدی کو قتل کر دیا اور 20 جون کو ایک احمدی ڈاکٹر کو اس کے کلینک میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ دونوں واقعات کراچی میں ہوئے اور ان کا کوئی عینی شاہد سامنے نہیں آیا۔

احمدی برادری کے نمائندوں نے بتایا کہ سات ستمبر کو شدت پسندوں نے احمدیوں کے مرکز ربوہ میں جلوس نکالا جس میں احمدیوں کو اسلام اور پاکستان مخالف قرار دیکر ان کے قتل کا مطالبہ کیا گیا۔ جلوس میں مسلم لیگ ن کے رکن پنجاب اسمبلی اور جماعت اسلامی کے نمائندے نے بھی شرکت کی۔ یہ ریلی اس دن کی یاد میں نکالی گئی جب احمدیوں کو آئین میں دوسری ترمیم کے ذریعے غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا۔ بہت سے دوسرے گروپ بھی ہر سال سات ستمبر کے دن سیمینار ز اور کانفرنسوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق چکوال کے علاقے دلمیال میں 12 دسمبر کے واقعے کے بعد جان کے خوف سے فرار ہونے والے احمدی جب اپنے گھروں کو واپس آئے تو انہیں دھمکیاں دی گئیں اور مقامی افراد نے ان کا سماجی بائیکاٹ کر دیا۔

مذہبی اقلیتوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کی رپورٹس بھی آتی رہیں۔ انسانی حقوق کے کارکنوں نے بتایا کہ زبردستی تبدیلی مذہب اور مرضی کے بغیر شادی کے ذریعے متاثرین پر دباؤ ڈالا گیا اور انہیں دھمکیاں دی گئیں کہ وہ اس بات کا سرعام اعلان کریں کہ انہوں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔ ایک مسیحی تنظیم کے مطابق اپریل میں پنجاب کے ضلع قصور میں دو افراد نے ایک 23 سالہ مسیحی لڑکی کو اس کے گھر سے اغوا کر لیا۔ لڑکی کے والد نے قانونی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو پولیس نے کہا کہ مغویہ نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر کے (اغوا کرنے والے ایک ملزم سے) شادی کر لی ہے۔ جولائی میں سندھ کے علاقے ٹھٹھہ میں ایک ہندو عورت نے قید سے فرار ہونے کے بعد پریس کانفرنس میں اپنے اغوا اور عصمت دری کی تفصیل بتائی۔ اسے ایک سال تک قید رکھا گیا اور نواب شاہ میں ایک مسلمان سے شادی کرنے پر مجبور کیا گیا، جو بعد میں اس سے جسم فروشی کرواتا رہا۔

ہندو اور مسیحی تنظیموں کا کہنا تھا کہ ان کی لڑکیاں زبردستی تبدیلی مذہب کے ہتھیار کا آسان ہدف ہیں۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق سندھ کے ضلع تھر میں شادی شدہ ہندو خاتون واڈیا بائی میگھواڑ کو مئی میں اغوا کر کے زبردستی مسلمان شخص سے بیاہ دیا گیا۔ کچھ روز بعد میڈیا میں رپورٹ کیا گیا کہ واقعے کے تفتیشی افسر کا کہنا ہے کہ واڈیا پہلے سے شادی شدہ نہیں تھی اور اس نے مسلمان شخص کے ساتھ شادی اپنی مرضی سے کی ہے۔ مسیحی کارکنوں کا کہنا تھا کہ نجی ملازمتوں میں مسیحیوں کے خلاف امتیازی سلوک عام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چھوٹے موٹے کاموں کے علاوہ دیگر نوکریاں مشکل سے ملتی ہیں۔

مبصرین کے مطابق مذہبی اقلیتوں کے مسائل کی انگریزی میڈیا میں کوریج بہتری آئی ہے۔ ایک بڑا روزنامہ اقلیتی امور کے معاملات پر کل وقتی رپورٹر بھرتی کرتا ہے۔ تاہم اردو میڈیا اقلیتوں کے مسائل کی رپورٹنگ میں اب بھی تعصب برتتا ہے۔ بہت سے مواقع پر اردو میڈیا نے اقلیتوں کے لیے نامناسب اور ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے۔ جون اور ستمبر میں مختلف مواقع پر ٹیلی ویژن پر مبصرین نے کہا کہ 'احمدی موت کے مستحق ہیں'۔ سال بھر مختلف اردو اخبارات کے اداریوں میں احمدیوں کو "توہین کے مرتکب" اور "پاکستان دشمن" قرار دیا جاتا رہا۔

انسانی حقوق، مذہبی آزادی کے سرگرم کارکنوں اور اقلیتی مذہبی گروہوں کے ارکان کا کہنا ہے کہ ملک میں عدم برداشت اور خوف کا ماحول ہے جس کی وجہ سے وہ مذہبی رواداری کے حق میں بات کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ کچھ کارکنوں نے بتایا کہ انہیں جان سے مارنے کی دھمکیاں ملی ہیں۔ پولیس نے 2014ء میں قتل ہونے والے وکیل راشد رحمان کے کیس میں کوئی پیشرفت نہیں کی۔ وہ توہین مذہب کے ایک ملزم کے وکیل تھے۔

ایسی رپورٹیں بھی آتی رہیں کہ پولیس اقلیتوں کی عبادت گاہوں، قبرستانوں اور مذہبی علامتوں پر حملے روکنے میں ناکام رہی۔ انسانی حقوق کے کارکنوں اور مذہبی رہنماؤں نے بتایا کہ سات جنوری کو ملتان میں پاپائے روم سے منسلک چرچ کو نذر آتش کر دیا گیا لیکن کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ چار جون کو نامعلوم مسلح افراد نے لاہور میں کیتھولک چرچ

پر فائرنگ کر دی تاہم ان حملوں میں کسی جانی نقصان کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اکتوبر میں مختلف مسلم گروپوں پر مشتمل اسلامی یکجہتی کونسل نے ایک بیان جاری کیا جس میں فرقہ واریت، بنیاد پرستی اور مذہبی بنیادوں پر تشدد کی مذمت کی گئی اور عدالتوں کو دباؤ یا دھمکیوں کے بغیر آسیہ بی بی کیس کے معاملے پر آزادانہ فیصلہ کرنے کی اجازت دینے کی اہمیت پر زور دیا۔

چوتھا حصہ: امریکی حکومت کی پالیسی

امریکی سفیر، قونصل جنرل، سفارتخانہ کے افسران اور دوروں پر آنے والے امریکی حکام نے پاکستان کے وزیر اعظم آفس، وزارت انسانی حقوق اور قانون اور وزارت انصاف کے افسروں سے توہین مذہب کے قانون میں بہتری اور سرکاری تعلیمی اداروں اور مدرسوں میں نصابی اصلاحات، شیعوں، احمدیوں، مسیحیوں، ہندوؤں، سکھوں اور دیگر اقلیتوں کے لوگوں کی حفاظت کو بہتر بنانے، اقلیتوں کے حوالے سے زیر التواء قانون سازی، بین المذاہب مکالمے، فرقہ وارانہ تعلقات اور مذہبی رواداری کی ضرورت ایسے موضوعات پر بات چیت کی۔

وہائٹ ہاؤس اور دفتر خارجہ نے مارچ میں لاہور میں ہونے والے بم دھماکے کی مذمت کی اور متاثرین کے خاندانوں سے اظہار تعزیت کیا۔ نومبر میں محکمہ خارجہ نے اپنی پریس بریفنگ میں بلوچستان کی درگاہ پر ہونے والے حملے کی مذمت کی اور متاثرین کے خاندانوں سے اظہار تعزیت کیا۔ امریکی سفارتخانہ کی جانب سے نہ صرف دونوں حملوں بلکہ ستمبر میں وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے مہمند ایجنسی کی مسجد میں نماز جمعہ کے موقعے پر ہونے والے دھماکے کی بھی مذمت کی گئی۔ دسمبر میں ایک پریس بریفنگ کے دوران امریکی محکمہ خارجہ نے احمدیہ مسلم کمیونٹی کے ہیڈکوارٹرز پر پولیس کے چھاپے پر تشویش کا اظہار کیا اور اس امر پر زور دیا کہ اس طرح کے اقدامات پاکستان کی جانب سے بین الاقوامی انسانی حقوق کے وعدوں کی خلاف ورزی ہیں۔

فروری میں مسلم برادری کے لیے خصوصی امریکی نمائندے نے اسلام آباد اور کراچی کا دورہ کیا۔ انہوں نے مدرسہ تعلیمی بورڈ کے رہنماؤں اور نیکٹا حکام سے مدرسہ اصلاحات اور مدرسوں کے لیے حکومتی نگرانی کے منصوبوں پر تبادلہ خیال کیا۔ فروری اور مارچ میں مشرق قریب، جنوبی اور وسطی ایشیا میں مذہبی اقلیتوں کے لیے خصوصی مشیر نے اسلام آباد اور کراچی میں اقلیتی نمائندوں، ارکان پارلیمنٹ، وزیر اعظم ہاؤس کے حکام اور انسانی حقوق کے وکلاء سے ملاقاتیں کیں۔ نمائندہ خصوصی نے انتہاپسندوں کی جانب سے مذہبی اقلیتوں پر حملوں، توہین مذہب کے قوانین پر عملدرآمد اور مذہبی بنیادوں پر برتے جانے والے دیگر امتیازات اور تعصبات پر اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

امریکی سفیر نے مذہبی تکثیریت اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کی کوششوں کے سلسلے میں مقامی صوفی رہنماؤں سمیت اہم مذہبی لیڈروں سے ملاقاتیں کیں۔ سفیر اور سفارتخانہ کے افسران نے سول سوسائٹی اور قانونی ماہرین کو مدعو کر کے ان سے اقلیتیوں اور مسلم کمیونٹی، دونوں پر توہین مذہب کے قوانین کے اثرات اور امریکی حکومت کے نمائندوں کی جانب سے اس سلسلے میں مدد کے امکانات پر تبادلہ خیال کیا۔ سفارتخانہ کے افسران نے سول سوسائٹی کے رہنماؤں، ماہرین اور صحافیوں سے ملاقاتوں میں فرقہ وارانہ تشدد کو ختم کرنے اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے اقلیتی نمائندوں، غیر سرکاری تنظیموں اور مذہبی آزادی کے معاملات پر کام کرنے والے قانونی ماہرین سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان سے مذہبی رواداری اور بین المذاہب مکالمے کے فروغ کے طریقوں پر تبادلہ خیال کیا۔ مذہبی آزادی کے فروغ کے لیے امریکی محکمہ خارجہ کے پروگراموں نے مذہبی اور سماجی رہنماؤں کے درمیان امن وامان کے فروغ، مذہبی اقلیتوں کے قانونی حقوق کے تحفظ، زیادہ کثیر المذہبی تعلیمی مواد کی تیاری اور انسداد فرقہ پرستی کو فروغ دیا۔

###

(نوٹ: یہ ترجمہ قارئین کی سہولت کے پیش نظر فراہم کیا جارہا ہے۔ تاہم صرف اصل انگریزی ماخذ کو ہی مستند تصور کیا جائے۔)